باب-۲

اسلام اور غلامی

اسلام دین فطرت ہے اور وہ انسانی نفسیات کو کسی مرحلے پر بھی نظر انداز نہیں کرتا۔ حکمت و دانش اس کے ہر حکم میں کار فرما نظر آتی ہے۔ غلامی کے خاتمے کے لئے اسلام نے جو لائحہ عمل اپنایا، جو اقدامات تجویز کئے یا جو طرز عمل اختیار کیا اس سے غلامی کا Institution بتدریج ختم ہو گیا۔ کیا طرفہ تماشا ہے اور نیرنگی دوراں کا کمال ہے کہ جس دین نے تصور غلامی کو ختم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا اس پر سوچے سمجھے بغیر اور قوانین کے ارتقائی عمل کا ادراک اور شعور حاصل کئے بغیر، غلامی کو جاری رکھنے کا الزام لگا دیا جاتا ہے۔

الزام تراشی کی وجوہات

اسلام پر غلامی کے ادارے کو برقرار رکھنے کا الزام لگانے کی کئی وجوہات ہو سکتی ہے مثلاً

۱۔ سب سے پہلی وجہ تو اسلام دشمنی ہے، غیر مسلم مفکرین اور دانشور اسلام کی ہمہ گیریت، آفاقیت، جامعیت اور انسان دوستی کو کسی صورت میں بھی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اسلام کی شفاف اور ابدی تعلیمات کا علمی اور عقلی سطح پر جب ان مفکرین سے کوئی جواب بن نہیں پڑتا تو یہ پروپیگنڈے کا سہارا لے کر بہتان تراشیوں پر اتر آتے ہیں اور خود ساختہ Issues کھڑے کر کے اسلام کو بدنام کرنے کی مہم پر نکل کھڑے ہوتے ہیں۔

۲۔ دوسری وجہ مستشرقین کا وہ تعصب ہے جو ان سے چھپائے نہیں چھپتا اسلام کے بارے میں تعصب اور نفرت کی آگ ان کے قلم کی نوک پر آکر آتش انتقام میں تبدیل ہو جاتی ہے، تعصب ایک ایسی بیماری ہے جو لاعلاج ہے اس بیماری میں اپنے مخالفین کی اچھائیاں بھی برائیاں بن جاتی ہیں، تعصب کی عینک خوبیوں کو بھی خامیوں میں تبدیل کر

دیتی ہے۔ جب ان کی قوت استدلال جواب دے جاتی ہے تو یہ جھنجلاہٹ اور عجلت میں اسلامی تعلیمات کا چہرہ بگاڑنے کے تخریبی عمل میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

۳۔ تیسری وجہ ان مستشرقین اور مؤرخین کی چالبازی اور مکاری ہے وہ بڑی ہوشیاری سے اور غیر محسوس طریقے سے اپنے قارئین کے ذہنوں میں شکوک و شبہات کے بیج بوتے چلے جاتے ہیں اور قدم قدم پر سوالیہ نشانات چھوڑتے جاتے ہیں اور یوں تحقیق و تدوین کے نام پر شعبدہ بازی اور دھوکے بازی میں اپنے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں مختلف تصورات اور مفروضوں کے آمیزے سے اسلام کی جو تصویر بناتے ہیں وہ بڑی بھیانک ہوتی ہے، ہر مسلمان کے دامن پر مفروضوں کا خون سجاتے ہیں کہ نئی نسل اسلام کے بارے میں ہزار بدگمانیوں کا شکار ہو کر اسلام کو شجر ممنوعہ سمجھنے لگتی ہے۔

۴۔ تاریخ کے سفر کے ساتھ جب مسلمانوں کے دور انحطاط میں خلافت ملوکیت میں تبدیل ہوئی تو مسلمان بادشاہوں اور امراء کی بداعمالیوں کو بھی اسلام کے کھاتے میں ڈال کر اسلام کو بدنام کرنے کی سند جواز تلاش کر لی گئی۔

۵۔ مسلمان جب علمی اور فکری جمود و تعطل کا شکار ہوئے اور روایت علمی کی مشعل ان کے ہاتھ سے چھن گئی تو یہ میدان بھی غیر مسلموں نے سنبھال لیا، مسلمان دانشوروں کی تحریریں ناقابل اعتبار گردانی جانے لگیں اور متعصب مستشرقین کا فرمایا ہوا مستند ٹھہرنے لگا، علمی محاذ پر مسلمانوں کی طرف سے خاموشی چھائی ہوئی تھی، اس خلا کو مغربی مفکرین نے پر کیا اسلام کے بارے میں جو چاہا جیسے چاہا لکھا کیونکہ علمی گرفت کرنے والا کوئی نہ تھا اس لئے غلط العام کو قبولیت عامہ کا درجہ حاصل ہو گیا۔ ان غلط روایات کو بنیاد بنا کر الزام تراشیوں کی ایک عمارت کھڑی کر دی گئی گویا بناء الفاسد علی الفاسد کی عملی تفسیر سامنے آ گئی۔

غلاموں کی حالت زار

غلامی اپنی مکروہ اور قبیح صورت میں حضور نبی اکرم ﷺ کے اعلان نبوت

سے کئی ہزار سال پہلے سے ایک منظم ادارے کی شکل میں موجود تھی اور اپنے وقت کے معاشی اور معاشرتی نظام کی ایک ناگزیر ضرورت کی حیثیت اختیار کر چکی تھی' سیاسی نظام' معاشی ڈھانچے اور سماجی نفسیات میں اس کی جڑیں بڑی گہری تھیں۔ غلاموں کی منڈیاں لگتیں' بازار سجتے اور اشیائے ضروریہ کی طرح ان کی خرید و فروخت بھی آزادانہ طور پر ہوتی فرعون نے بنی اسرائیل کو ایک مدت تک اپنا غلام بنائے رکھا جس کے باعث پوری قوم ذہنی غلامی میں مبتلا ہو کر بزدلی کا شکار ہو گئی' حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے غلام کی حیثیت سے بیچ ڈالا۔ تاریخ بتاتی ہے کہ سلطنت روما میں غلاموں کو معاشرے کے کسی طبقے کی حمایت حاصل نہ تھی اور ان کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک روا رکھا جاتا' غلاموں نے اس حالت کو اپنا مقدر سمجھ کر قبول کر لیا تھا' یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا' مالک کو اپنے غلام کی زندگی اور موت پر پورا اختیار حاصل ہوتا۔ رومی شہنشاہ اور امراء تفریح طبع کے لئے وحشیانہ اور ظالمانہ کھیل منعقد کرتے' چند غلاموں کو تلواریں اور نیزے دے کر تفریح گاہ میں اتارا جاتا وہ ایک دوسرے پر پل پڑتے رومی اس وحشیانہ کھیل سے لطف اندوز ہوتے اور بھوکے شیروں کے پنجروں میں غلاموں اور قیدیوں کو دھکیل کر ان کی دردناک موت کا نظارہ کر کے تالیاں پیٹتے' ان کی آزادی کی کوئی صورت تھی نہ ان کے کوئی حقوق تھے' رومی شہنشاہ کمزور اقوام پر چڑھ دوڑتے' مال و دولت سمیٹتے' محافل طرب سجاتے اور گرفتار ہونے والوں کو غلام بنا کر انہیں محنت و مشقت کی بھٹی میں جھونک دیتے' جانوروں کی طرح کھیتوں میں ان سے کام کرواتے' پیٹ بھر کر کھانا بھی نہ دیا جاتا' کام میں سستی اور کاہلی پر ظالمانہ سزائیں دی جاتیں۔ پاؤں میں آہنی زنجیریں پہنا دی جاتیں کہ کہیں فرار نہ ہو جائیں' غلام کے قتل پر قصاص بھی لازم نہ آتا مظلومیت کے حصار میں کوئی ان کا پرسان حال نہ تھا۔ پوری دنیا میں کم و بیش غلاموں کو اسی اندوہناک اور غیر انسانی صورت حال کا سامنا تھا۔

امریکہ اور یورپ کے افق پر غلامی کی سیاہ رات

آج امریکہ اور یورپ حقوق انسانی کے نام پر ترقی پذیر ممالک میں مداخلت بیجا کو اپنا قانونی اور جمہوری حق سمجھتے ہیں' اپنی عسکری برتری کی بنا پر ان ممالک کے اقتدار اعلیٰ کو خاک میں ملانے سے بھی دریغ نہیں کرتے اور تیسری دنیا کی اقوام کی عزت نفس کا دامن تار تار کر کے اپنی انا کو تسکین دیتے رہتے ہیں اس لئے کہ غریب اقوام کے گرد اپنی سیاسی اور اقتصادی غلامی کے حصار کو تنگ کر کے اپنے مفادات کا حصول ان کی سرشت میں شامل ہے۔ آج غلاموں کی تجارت کے لئے منڈیاں نہیں لگتیں لیکن ثقافتی یلغار سے پوری پوری قوم کو ذہنی اور فکری طور پر غلام بنانے کا عمل جاری ہے' صرف آقاؤں نے جمہوری لبادہ اوڑھ کر اپنے طریق واردات میں تبدیلی کر لی ہے' غلامی کے انداز بدل گئے ہیں لیکن جس غلامی کی آڑ لے کر اسلام کو مطعون کیا جاتا ہے پورا یورپ اور امریکہ اس غلامی کے اندھیروں میں ڈوبا ہوا تھا۔ آج سے چند سو سال پہلے تک امریکہ اور یورپ کے افق پر غلامی کی سیاہ رات چھائی ہوئی تھی اور بھیڑ بکریوں کی طرح انسانوں کی تجارت ہوتی تھی افریقی ممالک خاص طور پر ان سفید فام درندوں کا ہدف بنے' افریقہ کے باشندوں کو جانوروں کی طرح پنجروں میں بند کر کے لایا جاتا آج امریکہ اور یورپ میں جو سیاہ فام لوگ آباد ہیں وہ انہی افریقی غلاموں کی نسل ہیں' نسلی تعصب کی صورت میں غلاموں کے ساتھ روا رکھی جانے والی نفرت آج بھی سفید فام نسلوں کے سینوں میں لاوا بن کر کھول رہی ہے۔ جنوبی افریقہ اس نسلی تعصب کا آخری حصار تھا جو سیاہ فام عوام کی ان گنت قربانیوں اور مسلسل انقلابی جدوجہد سے ٹوٹ چکا ہے' امریکہ کے سیاہ فام باشندوں نے صدیوں تک سفید فام آباد کاروں کی نفرت کا سامنا کیا' ذلت آمیز اور توہین آمیز رویوں اور غیر انسانی سلوک کو برداشت کیا' اب یہی نفرت ان سیاہ فام نسلوں میں منتقل ہو چکی ہے اور نفرت کا یہ آتش فشاں کسی وقت بھی پھٹ کر سفید فام آقاؤں کی ہر چیز کو جلا کر بھسم کر سکتا ہے۔ مستشرقین اور

مغربی مفکرین کو اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا اور دوسرے کی آنکھوں میں تنکے تلاش کرنے کے کارِ لاحاصل میں مصروف رہتے ہیں۔

اسلام کا اصلاحی کارنامہ

اسلام نے ہر شعبہ زندگی کو انقلاب آفریں تبدیلیوں سے آشنا کیا' جمود و تعطل کو توڑا اور غیر انسانی اور غیر اخلاقی ضابطوں کی اصلاح کی' اسلام کا ایک عظیم کارنامہ یہ بھی ہے کہ اس کے پیروکاروں نے ایسے اقدامات کئے کہ رفتہ رفتہ غلامی کا ادارہ ختم ہو گیا' دنیا کی مختلف تہذیبوں میں غلاموں کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک روا رکھا جاتا تھا اسلامی تاریخ اس بہیمانہ سلوک اور بھیانک جرائم سے قطعاً ناآشنا ہے' اسلام نے غلاموں کو وہ شرف بخشا کہ اس غلامی پر آزادی کو بھی رشک آنے لگا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ' حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ (جو ایک غلام رہ چکے تھے) کو یا سیدی یا بلال رضی اللہ عنہ کہہ کر پکارا کرتے تھے' اسلام نے تاریخ انسانی میں پہلی بار غلاموں کے حقوق کو تسلیم کیا اور انہیں بحیثیت انسان پورا احترام دیا انہیں ذلت آمیز سلوک سے بچایا اور عملاً رنگ و نسل کے بتوں کو توڑ کر ہر انسان کو برابری کا درجہ دیا۔ گورے اور کالے کی تمیز کو مٹا دیا۔

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (الحجرات' ۴۹: ۱۳)	بے شک اللہ کے نزدیک تو تم سب میں عزت والا (شرف و فضیلت والا) وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو (پرہیزگاری اختیار کرے اور متقی ہے)

اسلام نے محمود و ایاز کو ایک ہی صف میں لا کھڑا کیا۔ اس کے برعکس ہندو فلسفہ حیات کے مطابق شودر' برہما کے پاؤں سے پیدا ہوئے لہٰذا وہ پیدائشی طور پر ذلیل اور کمتر ٹھہرے' ہندو معاشرے میں شودروں کے ساتھ غیر انسانی برتاؤ کیا جاتا۔ نہ صرف انہیں جسمانی طور پر غلام بنایا جاتا بلکہ مسلسل تحقیر آمیز سلوک سے انہیں ذہنی طور پر بھی مفلوج کر دیا جاتا' کہ وہ عمر بھر اس ذہنی غلامی کے حصار سے باہر نہ نکل سکتے اور اسے

اپنے مقدر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لیتے۔

مغرب کی گواہی

مسلمانوں کے دور اول میں غلاموں کو جو بلند معاشرتی اور سماجی حیثیت حاصل تھی مغربی مفکرین اور مستشرقین اسلام کے بارے میں اپنے تمام تر تعصبات کے باوجود اس سے انکار نہیں کر سکے' روایات میں مذکور ہے کہ بعض غلام اپنے آقاؤں کے حسن سلوک کے اتنے گرویدہ ہو گئے کہ آزادی ملنے کے بعد انہوں نے اپنے آبائی گھروں کو لوٹ جانے سے انکار کر دیا حالانکہ اب انہیں نہ کوئی خوف تھا اور نہ کوئی حاجت جو ان کے پاؤں کی زنجیر بن جاتی۔

آزادی کا اسلامی تصور

یہ ذکر اوپر آچکا ہے کہ اسلام نے غلامی کے ادارے کے بارے میں جو حکمت عملی اپنائی اس کے مثبت نتائج بہت جلد سامنے آنے لگے یہاں تک کہ انسانیت کے دامن پر پڑے غلامی کے دھبے دھل گئے۔ اسلام نے نہ صرف تصور غلامی کی بیخ کنی کی بلکہ انسانوں کی آزادی کا بھی ایک جامع تصور پیش کیا اور عدل' انصاف اور مساوات کی قدروں کو فروغ دیا بلکہ ان کی پاسبانی کا حق بھی ادا کیا' نسلی' لسانی اور علاقائی تعصبات مٹ گئے اور انسانیت کھلی فضا میں سانس لینے لگی' اسلام نے انسانی وحدت کا ایک ایسا قابل عمل تصور پیش کیا' مغربی دنیا اپنی تمام تر مادی ترقی کے باوجود ابھی تک جس کی گرد کو بھی نہیں پا سکی۔ اسلام نے معیار فضیلت صرف تقویٰ کو ٹھہرایا۔ عجمی کو عربی اور عربی کو عجمی پر فضیلت کے فلسفے کو باطل قرار دیا انسانوں کے درمیان اونچ نیچ کے ہر تصور کو رد کر دیا۔

اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ
(النساء' ۴:۱)

جس نے تمہاری پیدائش کی ابتدا ایک جان سے کی۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۝
(التین' ۹۵:۴)

بے شک ہم نے انسان کو بہترین

(اعتدال اور توازن والی) ساخت میں
پیدا فرمایا۔

غلامی کا ادارہ کسی پیدائشی یا فطری کمزوری کے باعث نہیں بلکہ چند خارجی اسباب کی وجہ سے وجود میں آیا' بد قسمتی سے اگر کوئی شخص غلام بن جاتا تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ کے لئے شرف انسانی سے ہی محروم ہو گیا اسلام نے حالت غلامی کو عارضی قرار دیا۔ بات بات پر غلاموں کو آزاد کر دینے کا حکم ہے' انسان ہونے کے ناتے سے غلام اور آقا میں کوئی فرق نہیں جبکہ دیگر تہذیبوں میں غلاموں کے بارے میں نقطہ نظر اس سے قطعاً مختلف تھا جس کا ذکر تفصیل سے اوپر ہو چکا ہے۔

اسلام میں تصور غلامی

اسلام حریت فکر کا علمبردار ہے شہری آزادیوں کا محافظ ہے وہ ذہنی اور جسمانی ہر قسم کی غلامی کے خلاف ہے اسلام انسان کو ہر قسم کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کی اور رسول ﷺ کی غلامی کا شعور عطا کرتا ہے' اسلام میں غلامی کا تصور دنیا میں رائج غلامی سے بہت مختلف ہے' اسلام کے ابتدائی دور میں اسلام میں نام کی غلامی رہ گئی ورنہ عملی طور پر غلامی نام کی کسی چیز کا وجود اسلام میں باقی نہ رہا تھا۔ یہ نام بھی فقط نفس مسئلہ کے سمجھنے اور سمجھانے کے لئے ہے ورنہ غلامی اور اسلام میں زبردست مغائرت (Contradiction) پائی جاتی ہے اسلام استحصال کی ہر شکل کا مخالف ہے اور غلامی استحصال کی بدترین شکل ہے' اسلام فطرتاً بھی غلامی کے ادارے کو قبول نہ کر سکتا تھا۔ چنانچہ ایسے اقدامات کئے گئے کہ انسانیت کا دامن اس لعنت سے پاک ہو گیا۔ درج ذیل حقائق کی روشنی میں صورتحال کا مزید جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ بھائی چارے کا رشتہ

اسلام فرد کے ظاہر ہی نہیں باطن کی بھی اصلاح چاہتا ہے اور باطن کی اصلاح

اس وقت تک ممکن نہیں جب تک انسان تقویٰ اور پرہیز گاری کی راہ اختیار نہ کرے جب تک اس کے دل میں خوف خدا پیدا نہ ہو اور عملاً انسانوں پر انسانوں کی خدائی کی نفی نہ کرے' اسلام نے آقا اور غلام کے درمیان نفرت کی دیوار گرا کر بھائی چارے کا لازوال تصور دیا حاکم اور محکوم کے تصور کو ختم کر کے مساوات (Equality) کا درس دیا اور غلاموں کے حقوق کا تحفظ کیا' حتی کہ لونڈیوں کے ساتھ شادی تک کی ترغیب دی تاکہ انسانوں کے درمیان کھڑی مصنوعی حد بندیوں کو توڑا جا سکے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رفتہ رفتہ یہ حد بندیاں خود بخود ختم ہو گئیں' ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ (النساء' ۴:۲۵)	اور تم میں سے جو کوئی (اتنی) استطاعت نہ رکھتا ہو کہ آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو ان مسلمان کنیزوں سے نکاح کرے جو (شرعاً) تمہاری ملکیت میں ہیں۔

حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

اخوانکم جعلهم الله فتيه تحت ايديكم (جامع الترمذی' ۲:۱۶)	(تمہارے غلام) تمہارے بھائی ہیں جن پر اللہ نے تمہیں اختیار دیا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہؓ نے ایک شخص کو سواری پر اور اس کے غلام کو پیدل چلتے دیکھا تو فرمایا "غلام کو بھی اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لو کیونکہ جیسی روح تمہاری ہے ایسی روح تمہارے غلام کی بھی ہے۔

۲۔ مساوات

اسلام نے انسانوں میں عملاً مساوات قائم کی' اسلام وحدت انسانی کا قائل ہے' قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

بَعْضُكُمْ مِّنْ بَعْضٍ ج (النساء' ۴:۲۵)	تم (سب) ایک دوسرے کی جنس میں

سے ہو۔

اسلام نے آقا اور غلام کے درمیان سماجی تفاوت کو بہت کم کر دیا' حضور ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا "تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے تھے' کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پہ کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی فضیلت نہیں سوائے تقویٰ کے"۔

۳۔ نفاذ عدل کا حکم

اللہ رب العزت نے ذہن انسانی میں شعور و آگہی کی ان گنت مشعلیں روشن کیں اور تعلیمات اسلامی کے ذریعہ اسے یہ ہدایت دی کہ انسان اس کی زمین پر عدل قائم کرے کیونکہ یہی عدل مہذب اور پر امن معاشروں کی تعمیر و تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے اور یہی عدل انسان کی تخلیقی صلاحیتوں کو جلا بخشتا ہے۔ اسلام نے تو غلاموں کے ساتھ بھی عدل سے کام لینے کی تلقین کی اور ان کے ساتھ حسن سلوک اور اچھے برتاؤ کی تعلیم دی' ایک طویل آیت کا آغاز یوں ہوتا ہے۔

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو۔

آیت مذکورہ میں دوسرے لوگوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا۔

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرًا ۝ (النساء' ۴: ۳۶)

اور جن کے تم مالک ہو چکے ہو (ان سے نیکی کیا کرو) بے شک اللہ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبر کرنے والا (مغرور) فخر کرنے والا (خود بین) ہو۔

گویا غلاموں کے آقاؤں کو تنبیہہ کی جا رہی ہے کہ وہ اپنے مقام و مرتبے پر فخر اور غرور نہ کیا کریں بلکہ جن غلاموں کا انہیں مالک بنایا گیا ہے وہ ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا کریں' حضور ﷺ کا ارشاد ہے۔

من قتل عبده قتلناه و من جدع عبده جس نے اپنے غلام کو قتل کیا ہو اسے قتل

جدعناہ (جامع ترمذی' ۱:۱۶۹) کریں گے اور جس نے غلام کے اعضاء کاٹے ہم اس کے اعضاء کاٹیں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد گرامی مروی ہے۔

ولا یقل احدکم عبدی و امتی و لیقل فتای و فتاتی و غلامی (صحیح البخاری' ۱:۳۴۶) تم میں سے کوئی عبدی (میرا عبد) یا امتی (میری لونڈی نہ کہے بلکہ میرا خادم میری خادمہ اور غلام کہنا چاہئے۔

اسلام نے آقا اور غلام میں محبت اور احترام کا رشتہ استوار کیا اور انسانی عظمت اور وقار کی ہر مرحلہ پر پاسداری کی' آقا اور غلام کے درمیان ذہنی اور نفسیاتی فاصلوں کو کم کیا' جسمانی تکلیف دینے کی صورت میں دونوں کے لئے ایک جیسی تعزیرات کا نظام قائم ہے' اسلام کی تعلیمات کی روشنی میں عملاً غلام اپنے آقا کے کنبے کے ایک فرد کی حیثیت سے زندگی بسر کرنے لگے۔

۴۔ تادیبی کارروائی کا بنیادی اصول

اسلام نے غلاموں پر وحشیانہ مظالم کے تمام راستے بند کر دیئے' سزا کے لئے بھی ضابطہ (Law) مقرر کر دیا۔ اسلام میں سزا کی نوعیت ایسے ہی ہے جیسے ماں باپ اپنے شریر بچوں کو ان کی اصلاح کے لئے بعض اوقات سرزنش کے علاوہ معمولی سی جسمانی سزا بھی دیتے ہیں' اس سزا میں بھی ہمدردی اور شفقت کا عنصر غالب ہوتا ہے آقا کو یہاں تک بھی اجازت نہیں کہ وہ اپنے غلام کے چہرے پر تھپڑ مارے' اسلام نے تادیبی کارروائی کی بھی حدود و قیود مقرر کر دیں۔

۵۔ حکومت کی پشت پناہی

اسلامی حکومت غلاموں کے حقوق کی نگہداشت کرتی ہے چنانچہ اسلامی حکومت میں کسی غلام کو یہ خدشہ لاحق نہ ہو تاکہ اس کا مالک اس کے خلاف کسی قسم کی

انتقامی کارروائی کرے گا۔ مکاتبت کی پیش کش کو مالک رد نہیں کر سکتا تھا' مکاتبت کے بعد غلام کی خدمت کا معقول معاوضہ دینا لازم ٹھہرا' اگر مالک معاوضہ نہ دے سکتا تو یوں اس کے روزگار کا دوسری جگہ بندوبست کرنے کا پابند تھا تاکہ وہ معینہ رقم کما کر مالک کو دے سکے' تاریخ بتاتی ہے کہ چودھویں صدی تک غیر اسلامی دنیا میں کہیں بھی غلاموں کو حکومتی سرپرستی یا امداد حاصل نہ تھی' غلاموں کے حقوق کی تحریکیں اس کے بعد برپا ہوئیں جبکہ اس وقت تک اسلام غلامی کے خاتمے کے لئے زمین ہموار کر چکا تھا۔ دوسری اہم مثال جس کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی یہ ہے کہ اسلامی حکومت میں سرکاری خزانے سے غلاموں کی آزادی کے لئے امداد دی جاتی' غلاموں کے بارے میں انہی سماجی رویوں کی بدولت دنیا کے دیگر حصوں میں غلامی کے خاتمے کے لئے جدوجہد کا آغاز ہوا۔ ان تحریکوں کا سارا کریڈٹ بھی اسلام ہی کو جاتا ہے' اسلام کے نظام رحمت میں ان غلاموں کی رہائی کی بھی سبیل پیدا کر دی گئی جو اپنی ذاتی کمائی سے رہائی حاصل کرنے کے قابل نہ رہیں' اس صورت میں صدقات کو غلاموں کی رہائی پر خرچ کرنے کی ایک شق مقرر فرمادی۔

اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسَاكِيْنِ وَ الْعَامِلِيْنَ عَلَيْهَا وَ الْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ (التوبہ' ۹:۶۰)	بے شک صدقات (زکوٰۃ) محض غریبوں اور محتاجوں کا حق ہے .... اور (مزید یہ کہ) انسانی گردنوں کو (غلامی کی زندگی سے) آزاد کرانے میں (زکوٰۃ کا خرچ کیا جانا حق ہے)

اصلاح کا تدریجی طریقہ

اسلام کا کوئی حکم حکمت و دانائی سے خالی نہیں ہے' اسلامی تعلیمات میں جہاں حقوق اللہ کے ادا کرنے کا حکم ہے۔ وہاں حقوق العباد کی ادائیگی پر بھی زور دیا گیا ہے' اسلام انسانوں کے درمیان کسی قسم کی تفریق کو روا نہیں رکھتا' اسلام چونکہ دین فطرت

ہے اس لئے اس کی ہدایات میں بھی انسانی نفسیات کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے اسلام نے مسائل کے حل کے لئے ہمیشہ تدریجی طریقہ کار اپنایا کیونکہ ذہن تیار کئے بغیر جو احکامات جاری کئے جاتے ہیں ان پر اگر عمل درآمد ہو بھی جائے تو مطلوبہ نتائج سامنے نہیں آتے' کیونکہ دل کی گواہی سب سے معتبر گواہی ہے' اگر کسی حکم کو اس کا دل قبول نہ کرے تو ذہن انسانی انحراف اور فرار کے راستے تلاش کر لیتا ہے' غلامی کے خاتمے کے لئے بھی تدریجی خطوط پر کام کیا گیا جس کے نتائج ہمارے سامنے ہیں کہ روئے زمین سے غلامی کا خاتمہ ہو چکا ہے۔ اس شعور نے محکوم قوموں کو ایک ولولہ تازہ عطا کیا ہے اور وہ اپنی آزادی کے لئے انقلابی جدوجہد میں مصروف ہیں۔

۱۔ ذہنی غلامی کا خاتمہ

اسلام نے انسان کو انسان کی ذہنی غلامی سے بھی نجات دلائی اور ہر سطح پر حریت فکر کے تصور کو اجاگر کیا۔ غلامانہ ذہنیت اولاً خارجی دباؤ کے تحت پرورش پاتی ہے۔ پھر یہ ذہنی غلامی آہستہ آہستہ مستقل حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ یہ ذہنی غلامی احساس کمتری کی بدترین شکل ہے۔ اسلام اپنے پیروکاروں میں احساس کمتری نہیں اعتماد کا نور دیکھنا چاہتا ہے۔ ذہنی غلامی اس اعتماد کی سب سے بڑی دشمن ہے۔ اس اعتماد سے محرومی کے باعث غلاموں کی کوئی تدبیر بھی کارگر نہیں ہوتی اور تقدیر بھی ان سے روٹھی روٹھی سی رہتی ہے۔ آج تیسری دنیا کے اکثر ممالک میں بیوروکریسی اور حکمران ٹولوں میں ذہنی غلامی کا مرض تیزی سے پھیل رہا ہے' یہ لوگ سامراجی طاقتوں کی مادی ترقی سے اس قدر مرعوب ہیں کہ اپنی ثقافت پر برملا ندامت اور شرمساری کا اظہار کرتے ہیں' ان کی سوچوں کی اپنی زمین میں جڑیں ہی نہیں ہوتیں اپنی روایات سے انحراف اور بغاوت کر کے دراصل یہ اپنے ثقافتی وجود کی نفی کر رہے ہوتے ہیں یہ لوگ ترقی پذیر ممالک کی ذہنی غلامی کا چولا پہن کر اپنے ہموطنوں کو بھی اس حصار میں پناہ لینے کی

ترغیب دینے لگتے ہیں' قومی غیرت کو اپنی گمراہ سوچوں کے ملبے تلے دفن کر کے یہ "روشن خیالی" کا نعرہ لگاتے ہیں' سامراجی طاقتیں تیسری دنیا کے ممالک میں حکومت اور اپوزیشن دونوں کو اپنے ہاتھ میں رکھتی ہیں کیونکہ وہ اپنے ذہنی غلاموں کی پرورش کر کے اپنے مفادات کا تحفظ چاہتی ہیں اور یہ ذہنی غلام ملکی اقتدار اعلیٰ تک کو داؤ پر لگا کر اور اپنی نظریاتی اساس کی نفی کر کے اپنے غیر ملکی آقاؤں سے "نیک چلنی" کا سرٹیفکیٹ حاصل کرنے کی تگ ودو میں مصروف رہتے ہیں۔ یہ ذہنی غلامی بعض صورتوں میں جسمانی غلامی سے بھی زیادہ خطرناک اور بھیانک نتائج کی حامل ہوتی ہے یہ دراصل کسی قوم کی تخلیقی صلاحیتوں کو مفلوج کرنے کا نام ہے اور جب کوئی قوم ذہنی طور پر غلامی پر رضامند ہو جائے تو سامراجی طاقتوں کو اس کی جسمانی غلامی کی بھی تمنا نہیں رہتی کیونکہ ذہن جدید کٹے ہوئے پھل کی طرح ان کی جھولی میں آگرتا ہے یہ وہ مرحلہ ہوتا ہے کہ سامراجی طاقتیں قومی اور بین الاقوامی امور ومسائل پر اپنے ان ذہنی غلاموں سے جیسے فیصلے لینا چاہتی ہیں لے لیتی ہیں۔ ذہنی غلاموں کی حیثیت ربر سٹیمپ سے زیادہ نہیں ہوتی۔ جس طرح اسمبلیوں میں اراکین کا کام سوچے سمجھے بغیر ہاتھ اٹھا کر حکومتی اقدامات کی توثیق کرانا ہوتا ہے عالمی سطح پر ذہنی غلاموں کا کردار اس سے مختلف نہیں ہوتا۔ یہ ذہنی غلامی حریت فکر کی قاتل ہے جبکہ اسلام اسی حریت فکر کا علمبردار ہے اور ذہنی غلامی کی ہر شکل کے خلاف مزاحمت کرتا ہے۔

۲۔ سازگار فضا کی تیاری

اسلام نے غلامی کے خاتمے کے لئے سازگار فضا تیار کرنے میں بنیادی اور انقلابی کردار ادا کیا ہے' اسلام نے ہر مرحلے پر تصور آزادی کو ایک متحرک اور فعال نظریئے کے طور پر پیش کیا اور شرف انسانی کی بحالی کا کام مسلسل جاری رکھا ہے۔ اسلام نے اپنے پیروکاروں کو انسانی جان ومال کا احترام کرنا سکھایا ہے' زیردستوں کے

ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے۔ اپنے غلاموں کے ساتھ شریفانہ اور عادلانہ برتاؤ کی تلقین کی ہے اور ان کے حقوق و فرائض میں توازن قائم کیا ہے۔ اسلام نے غلاموں کو حیوان سے انسان کا درجہ دیا ہے اور یہ اس وقت کی فضا میں یقیناً ایک غیر معمولی بات تھی۔ اسلام نے آقا اور غلام کے تعلق میں مزاجی کیفیت اور نفسیات کو ایک نیا رخ عطا کیا ہے اسے ہم فرد کے اندر کے انقلاب سے تعبیر کر سکتے ہیں' اسی انقلاب رحمت کے باعث اسلامی تاریخ میں محیر العقول اور قابل رشک واقعات نے جنم لیا۔ خاندان غلاماں نے برسوں ہندوستان پر حکومت کی' تاریخ اس موڑ پر آج بھی ششدر کھڑی ہے۔

۳۔ غلاموں سے رشتہ داریوں کی رخشندہ مثالیں

تاریخ اس مقام پر گم صم کھڑی ہے کہ جب دنیا میں غلاموں کی حیثیت جانوروں سے بھی بدتر تھی' سرے سے ان کے حقوق کا کوئی تصور ہی موجود نہیں تھا۔ غلام کی زندگی مالک کی رضا و مرضی کے تابع تھی' اس وقت اسلام نے نہ صرف غلاموں کے حقوق کا تعین کیا بلکہ انہیں احترام اور وقار سے بھی نوازا۔ غلاموں کے مرتبہ و مقام میں اضافہ کرنے کے لئے صرف زبانی جمع خرچ سے کام نہیں لیا گیا بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر غلاموں اور لونڈیوں سے شادیوں کی مثالیں قائم کر کے آقا اور غلام کے درمیان سماجی تفاوت کو عملاً ختم کر دیا گیا' خود آقائے دو جہاں ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے غلام حضرت زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر کے ایک ایسی زندہ و جاوید مثال قائم کی جس کی نظیر پوری تاریخ انسانی میں نہیں ملتی۔ ایک غلام کو وہ معاشرتی مرتبہ عطا کیا گیا جو اس سے قبل صرف سرداران قریش کو حاصل تھا۔

۴۔ غلاموں سے بھائی چارہ کی ہدایت

مواخات مدینہ میں غلاموں کو سرداروں کا بھائی بنا دیا گیا اور انہیں اخوت اسلام کے لازوال رشتوں میں اس طرح پرو دیا گیا جیسے تسبیح کے دانے' حضرت زید رضی اللہ عنہ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ' حضرت خارجہ بن اسد رضی اللہ عنہ ' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور

حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور خالد بن رویحہ رضی اللہ عنہ کے درمیان برادرانہ رشتے استوار ہوئے۔

۵۔ منصب قیادت پر غلاموں کی تقرریاں

اسلام کی علمی اور روحانی دنیا میں ہزارہا غلام اماموں کی صف میں نظر آتے ہیں یہی نہیں اسلام میں غلاموں کی منصب قیادت پر تقرریاں بھی عمل میں آئیں اور انہیں امیر لشکر جیسے اہم مناصب بھی عطا ہوئے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ اگر حضرت ابو حذیفہؓ کے غلام حضرت سالم رضی اللہ عنہ زندہ ہوتے تو میں انہیں خلیفہ نامزد کرتا' ہندوستان میں خاندان غلاماں کا ذکر پہلے ہو چکا ہے کہ عملاً بھی غلاموں کے سر پر تاج شاہی سجایا گیا۔ خود حضور رحمت عالم ﷺ نے بھی حضرت زید رضی اللہ عنہ (آزاد کردہ غلام کو) اسلامی سپاہ کا امیر مقرر کیا اور ان کی وفات پر ان کے بیٹے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو اسلامی لشکر کا امیر مقرر فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر صحابی بھی ان کی کمان میں تھے۔

غلامی کی نفسیات

انسان ہونے کی حیثیت سے آزاد اور غلام انسان میں کوئی فرق نہیں خوشی اور غمی کا رد عمل دونوں پر یکساں ہوتا ہے۔ ضروریات زندگی دونوں کی ایک ہوتی ہیں' دونوں انسانی معاشرے کے فرد ہوتے ہیں۔ فرق مرتبہ اور مقام کا ہوتا ہے وہ مرتبہ اور مقام جسے اسلام نے ختم کر کے ذہنی اور فکری فاصلوں تک کو سمیٹ دیا۔ غلامی ایک مخصوص نفسیاتی مزاج کی آئینہ دار ہوتی ہے' یہ احساس غلامی نسل در نسل بھی منتقل ہوتا رہتا ہے' سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں ماؤف ہو جاتی ہیں۔ قوت فیصلہ دم توڑ جاتی ہے' سر تسلیم خم کرنا غلاموں کی عادت ثانیہ بن جاتی ہے۔ از خود کوئی قدم اٹھانا غلام کے بس میں نہیں رہتا وہ ہر وقت اپنے مالک کے اشارے کا منتظر رہتا ہے۔ اندیشہ ہائے دور دراز ہر وقت اس کو گھیرے رہتے ہیں' اخلاقی جرات نام کو بھی باقی نہیں رہتی' غلام اپنے مالک

کے سایہ عاطفت ہی میں عافیت محسوس کرتا ہے' جسمانی غلامی کی یہ صورت ختم ہوئی تو مغربی استعمار نے مشرقی اقوام کو ذہنی غلامی میں مبتلا کر دیا' کہنے کو تو دنیا میں سینکڑوں آزاد ممالک ہیں ان میں کتنے حقیقی معنوں میں آزاد ہیں' کتنے ممالک آزادانہ طور پر اپنی خارجہ پالیسیاں مرتب کرتے ہیں قرضوں کے بوجھ تلے دبے غریب ممالک اپنی آزادانہ رائے کے اظہار میں کس حد تک آزاد ہیں' یہ سب جانتے ہیں اسلام نے غلامی کی اصلاح کا آغاز اسی ذہنی غلامی سے چھٹکارا حاصل کرنے سے کیا۔

۶۔ آزادی کی اہمیت کا احساس

اسلام اجتماع ہی کی نہیں فرد کی آزادی کا بھی قائل ہے اس لئے اس نے جسمانی غلامی کے ساتھ ذہنی غلامی کے خاتمے کی جنگ بھی ہنگامی بنیادوں پر لڑی' اسلام نے کرہ ارضی پر بسنے والے انسانوں کو عملی طور پر آزادی کی اہمیت سے روشناس کرایا۔ جنگی قیدیوں سے حسن سلوک کے مظاہروں سے غلاموں کو مسند اقتدار تک بٹھانے میں اسلام کے پیروکاروں نے ثقافتی اور تہذیبی سطح پر بھی ان گنت کارہائے نمایاں سرانجام دیئے' اسلام نے انسان کی خدائی کے قصر بے اماں کے دروازوں کو نہ صرف مقفل کیا بلکہ فرعونیت' نمرودیت اور قارونیت کی ہر شکل کو مٹا کر دینا کو کھلی فضا میں سانس لینے کا شعور بخشا' اسلام نے غلاموں کو ہی نہیں ان کے آقاؤں کو بھی آزادی کی اہمیت کا احساس دلایا اور رفتہ رفتہ غلامی کی زنجیریں کٹنے لگیں اور آزادی کا خوشرنگ سویرا افق دیدہ ودل پر اپنی رعنائیاں بکھیرنے لگا۔

۷۔ قوانین غلامی کا نفاذ

جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے کہ اسلام نے غلاموں کے نہ صرف حقوق کا تعین کیا بلکہ ان حقوق کو پورا کرنے کی ضمانت بھی دی' غلاموں کے فرائض کی بھی نشاندہی کی گئی اور ان کی رہائی کے لئے بھی اصول اور ضابطے وضع ہوئے مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ وہ رضاکارانہ طور پر غلاموں کو آزاد کرتے رہا کریں' غلاموں کو آزاد کرنے اور

کرانے پر اجر وثواب کی بشارت دی گئی اور رضائے الٰہی کا مژدہ سنایا گیا۔ اہل ثروت صحابہؓ قیمت ادا کر کے محض رضائے الٰہی کے حصول کے لئے غلاموں کو آزاد کرایا کرتے تھے۔

ڈاکٹر جی ڈبلیو لیٹنر

ڈاکٹر جی ڈبلیو لیٹنر (Dr. G. W. Leitner) اپنی تصنیف "محمدیت" (ﷺ)(Muhammadanism) میں بیان کرتا ہے۔

"According to the Koran, no person can be made a slave except after the conclusion of sanguinary battle fought in the conduct of a religious war (Jihad) in the country of infidels who try to suppress the true religion. Indeed wherever the word slave occurs in Koran it is "he whom your right hand possesses, or a special equivalent for neck 'he whose neck has been spared" thus clearly indicating 'a prisoner of war' made by the action of not one man only, but of many.........the Arabian Prophet recommended; 'When the war has ended, restore them (the slaves or prisoners) to liberty or give them up for ransom'

(Sura XLVII; 57).

"قرآن کے مطابق کسی شخص کو غلام نہیں بنایا جا سکتا ماسوائے یہ کہ اسے کسی مذہبی جنگ (جہاد) کے دوران ہونے والے خونی معرکے کے اختتام پر مشرکین کے علاقے میں سچے مذہب (اسلام) کو دبانے کی کوشش کرتے ہوئے پکڑا جائے۔ دراصل قرآن میں جہاں جہاں بھی غلام کا لفظ مذکور ہے اس کے لئے "وہ جو تمہارے دائیں ہاتھ کی ملکیت ہے" یا متبادل طور پر خصوصیت کے ساتھ "گردن" کا لفظ استعمال ہوا ہے "وہ جس کی گردن بخشی گئی ہے" جس کا واضح اشارہ جنگی قیدی کی طرف ہے جو ایک آدمی نہیں بلکہ بہت سے آدمیوں کی کارروائی کی وجہ سے ہوا ہے۔ رسول عربی (ﷺ) نے اس بات کی سفارش کی کہ "جب جنگ اپنے انجام کو پہنچ جائے تو ان (غلاموں یا قیدیوں) کو آزادی کا پروانہ دے دو یا زر فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دو۔"

پروفیسر روبن لیوی

پروفیسر روبن لیوی (Reubon Levy) نے اپنی کتاب "اسلام کا معاشرتی ڈھانچہ "(The Social Structure of Islam) میں پیغمبر اسلام ﷺ کے غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کو بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

"*A class of human beings that has formed an integral part of Muslim society up to the present day is that of the slaves. Muhammad took over the slavery system, upon which ancient society was based, seemingly without question and regarding it as part of the natural order of the universe. His injunctions recommending humane treatment of slaves and making it a meritorious act to emancipate them*

indicate that he intended some amelioration in their condition, but neither from the Koran nor from the 'Traditions' is it possible to infer that the abolition of slavery was intended.

"We have said that Muhammad found slavery a regular element of society in his day, and though he brought about a considerable amelioration in its condiions, like other religious leaders before him, he took slavery for granted as ordinary part of the social system. It has continued in Muslim lands ever since except where for a time European powers held authority.....

"Muslims slaves were better treated than Christian."

بنی نوع انسان کا ایک طبقہ جس نے آج کے دن تک مسلم معاشرے کے ایک اہم حصہ کی تشکیل کی ہے وہ غلاموں کا طبقہ ہے (حضرت) محمد (ﷺ) نے غلامی کے نظام کو جس پر قدیم معاشرے کی بنیاد تھی اپنے ہاتھ میں لیا اور اس پر بظاہر کوئی سوال نہیں اٹھایا جا سکتا کہ انہوں نے اسے کائنات کے ایک فطری نظام کا حصہ سمجھا۔ غلاموں کے ساتھ رحمدلانہ انسانی سلوک کی سفارش اور انہیں آزاد کرنے کو ایک قابل تحسین عمل قرار دینے کے باب میں آپ (ﷺ) کے احکام اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ آپ (ﷺ) ان کی حالت میں بہتری اور اصلاح کا ارادہ رکھتے تھے۔ قرآن و حدیث کے مطالعے سے غلامی کے خاتمے کے بارے میں کچھ عندیہ نہیں ملتا۔

ہم یہ کہہ چکے ہیں کہ (حضرت) محمد (ﷺ) نے اپنے زمانے میں غلامی کو

معاشرے کا باقاعدہ عنصر پایا اور اگرچہ انہوں نے اس کی شرائط میں اپنے سے پہلے دیگر مذہبی رہنماؤں کی طرح معقول اصلاح کی۔ آپ (ﷺ) نے غلامی کو سماجی نظام کے پہلے سے موجود ایک عام حصے کے طور پر لیا۔ یہ ان مسلم علاقوں میں اس وقت سے جاری ہے سوائے ان حصوں کے جہاں کچھ وقت تک یورپ کی عملداری رہی۔ "مسلمان غلاموں کے ساتھ عیسائیوں کی نسبت اچھا سلوک کیا کرتے۔"

مغرب اور اسلام کا فرق

مغربی مفکرین بڑے فخر کے ساتھ ابراہم لنکن کے غلاموں کی آزادی کے فرمان کا تذکرہ کرتے ہیں لیکن ان کا تعصب انہیں اس بات پر غور و فکر کرنے نہیں دیتا اور وہ اس کھلی حقیقت کو ذہنی طور پر قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے 'اسلام نے تو اپنے ظہور کے کچھ عرصہ بعد ہی غلامی کے ادارے کو عملاً ختم کر دیا تھا' تاریخ گواہ ہے کہ صدیوں بعد لنکن کا اعلان اپنے نتائج کے اعتبار سے اتنا ثمر بار ثابت نہ ہوا کیونکہ غلاموں کو پہلے سے آزادی کے لئے ذہنی طور پر تیار نہیں کیا گیا تھا۔ سرکاری اعلان کے مطابق بھی یہ آزادی حقیقی آزادی ثابت نہ ہوئی اور غلام عملی طور پر ایک عرصہ تک اپنے آقاؤں ہی کے زیر اثر رہے بلکہ مذکورہ اعلان کے بعد جب غلاموں کو غلامی کے حصار سے نکالا گیا تو وہ بے روزگاری کی وجہ سے سماج پر بوجھ بن گئے انہیں معاشرے کا عضو معطل بنا دیا گیا جب یہ غلام اپنے سابقہ آقاؤں کے پاس بھیک مانگنے جاتے تو وہ ان کا مزید استحصال کرتے 'گویا سب تدبیریں الٹی ہو گئیں اس کے برعکس اسلام نے جو طریق کار اپنایا اس کے تحت غلاموں کو ان مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑا وہ معاشرے کے مفید شہری بن کر اس کا حصہ بن گئے' تنہائی کے جنگل میں بھٹکنے کے لئے انہیں تنہا نہیں چھوڑ دیا گیا' معاشرے میں انہیں وقار اور احترام ملا' انہیں نفرت کا نشانہ نہیں بنایا گیا یہاں ایک بات قابل ذکر ہے کہ مغرب میں غلامی کا ادارہ طوعاً و کرہاً اس وقت ختم کیا گیا جب غلاموں میں بغاوت کے آثار پیدا ہو چکے تھے اور اہل ثروت کو خطرہ لاحق ہو گیا تھا کہ اگر بغاوت کا یہ

جذبہ لاوا بن کر پھٹ پڑا تو ان کا سارا ثقافتی' سیاسی اور جغرافیائی ڈھانچہ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے غلام ان کی تکا بوٹی کر دیں گے یہ مغرب کی مجبوری تھی جو طبقاتی کشمکش کے نتیجے میں سامنے آئی' لیکن اسلام نے غلامی کا انسداد کسی رد عمل کے خوف سے نہیں کیا بلکہ اس کا بنیادی محرک خوف خدا اور احترام آدمیت تھا اسلام نے غلاموں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام کر کے انہیں معاشرے میں ایک باوقار مقام دیا جس کا جواب مستشرقین کے پاس ہے نہ نام نہاد مغربی دانشوروں کے پاس۔

۸۔ غلاموں کی آزادی کا اصول

اسلام نے غلاموں کی آزادی کے لئے دو بنیادی ضابطے بنا دیئے تاکہ غلاموں کو آزاد کرنے کا رجحان ایک تحریک کی شکل اختیار کر لے۔

الف۔ العتق

اس ضابطے کے تحت مالک غلاموں کو رضاکارانہ طور پر بغیر کسی معاوضے کے آزاد کر دیتا ہے' عملی نمونہ خود حضور ﷺ نے اپنے غلاموں کو آزاد کر کے پیش کیا' آپ ﷺ کی پیروی دیگر صحابہؓ نے کی' تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنی دولت کا بیشتر حصہ غلاموں کو آزاد کرانے پر خرچ کیا' مسلمانوں نے محض اللہ کی رضا کے لئے کثیر تعداد میں غلاموں کو آزاد کیا۔

ب۔ مکاتبت

غلاموں کی آزادی کا ایک ضابطہ یہ بھی بنایا گیا کہ اگر کوئی غلام اپنے آقا سے آزادی کا مطالبہ کرتا ہے تو دونوں باہمی مشورے سے ایک رقم مقرر کر لیتے ہیں غلام جب طے شدہ رقم اپنے مالک کو ادا کر دے تو مالک پر لازم ہے کہ وہ اپنے غلام کو آزاد کر دے' اس تحریری معاہدے کو مکاتبت کہا جاتا ہے اس کی خلاف ورزی کی صورت میں عدالت سے رجوع کیا جا سکتا ہے اس طرح اسلام نے سب غلاموں کی آزادی کی راہ

ہموار کر دی اب ان کی آزادی محض آقاؤں کی مرضی کے تابع نہ تھی۔ روایات میں یہاں تک ہے کہ بعض غلاموں کو مقررہ پودے لگانے پر بھی رہائی نصیب ہوئی' اب کون غلام ایسا ہو گا جو ان آسان شرائط کو پورا کر کے آزادی حاصل کرنے کے کا آرزو مند نہ ہو گا' ان اقدامات سے غلامی کی دیواریں گر گئیں اور انسانوں کے درمیان نفرت کے فاصلے سمٹنے لگے۔

۹۔ قوانین کفارہ

ایسے قوانین وضع کیے گئے' ایسے ضابطے بنائے گئے کہ بعض گناہوں کے کفارے کے طور پر بھی غلاموں کو آزاد کرنا ضروری قرار دیا گیا' قتل خطا پر ایک غلام کو آزاد کرنا قرار پایا۔

وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَأً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مُؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ
(النساء' ۴: ۹۲)

اور جس نے کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کر دیا تو (اس پر) ایک مسلمان غلام باندی کا آزاد کرنا' اور خون بہا (کا ادا کرنا) جو مقتول کے گھر والوں کے سپرد کیا جائے (لازم ہے)

اسی طرح معاہد (ذمی' مستامن) کو ایک مسلمان نے غلطی سے قتل کر دیا' حربی مسلمان کو دار الاسلام کے مسلمان نے بے خبری میں قتل کر دیا یا معاہد کافر کو قتل کر دیا تو ان سب صورتوں میں ایک غلام کا آزاد کرنا ضروری ہے ایلاء قسم اور ظہار کی صورت میں بھی ایک غلام کو آزاد کر کے کفارہ ادا کرنا ہو گا۔ رہا معاملہ غلاموں کی رہائی کی ترغیب دینے کا تو اس سلسلہ میں بیسیوں آیات قرآنی گواہ ہیں جن میں محض رضائے الٰہی کی خاطر گردنوں کو آزاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے' احادیث مبارکہ میں بھی غلاموں کو آزاد کرنے یا آزاد کرانے کے اجر وثواب کی خوشخبری دی گئی ہے اور غلاموں کے ساتھ برا سلوک کرنے پر وعیدیں بھی آئی ہیں' تاجدار کائنات ﷺ کا

ارشاد گرامی ہے کہ

۱۔ من اعتق رقبۃ مئومنۃ اعتق اللّٰہ بکل عضو منہ عضوا من النار
(الصحیح لمسلم' ۱:۴۹۵)

جو شخص کسی مسلمان کو آزاد کرے اللہ اس غلام کے ہر ہر عضو کے بدلے اس کے ہر ہر عضو کو جہنم سے آزاد فرمائے گا۔

۲۔ اخوانکم خولکم جعلھم اللہ تحت ایدیکم فمن کان اخوہ تحت یدہ فلیطعمہ مما یاکل و لیلبسہ مما یلبس و لا تکلفوھم ما یغلبھم فان کلفتوھم فاعینوھم
(صحیح البخاری' ۱:۹)

تمہارے غلام تمہارے بھائی ہی ہیں اللہ نے تم کو ان پر اختیار دیا جس شخص کا بھائی اس کے ماتحت ہو اسے چاہئے کہ جو خود کھائے وہی اسے کھلائے اور جو خود پہنے اسے بھی وہی پہنائے اور ہاں غلام کو ایسا کام مت بتاؤ جس کے کرنے سے اسے غیر معمولی تکلیف ہو اگر ایسا کرنا ضروری ہو خود اس کا ہاتھ بٹاؤ۔

۳۔ عن النبی ﷺ قال قال اللہ ثلثۃ انا خصمھم یوم القیامۃ رجل اعطی بی ثم غدر و رجل باع حرا فاکل ثمنہ و رجل استاجر اجیرا فاستوفی منہ ولم یعط اجرہ
(صحیح البخاری' ۱:۲۹۷)

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قیامت کے دن میں تین آدمیوں کا دشمن ہوں گا ایک وہ جو میرے نام پر عہد کرے اور پھر اس کی خلاف ورزی کرے' دوسرا وہ جو کسی آزاد شخص کو فروخت کر ڈالے' تیسرا وہ جو کسی مزدور کو کام پر لگائے اور وہ اپنا کام پورا کرے مگر وہ اسے مزدوری نہ دے۔

ان احادیث کے مطالعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام نے غلاموں کو ان کے مالکوں کی سطح تک لانے کے لئے احکامات جاری کرنے اور ان

احکامات کی نگرانی کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی دنیا کا کوئی دستور یا ضابطہ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے کہ مالک کو قانونی طور پر اس کا پابند کر دیا جائے کہ وہ غلاموں کو بھی وہی کھلائے جو خود کھاتا ہے' غلاموں کو بھی پہننے کو وہی لباس دے جو وہ خود زیب تن کرتا ہے۔ غلاموں کو تکلیف دہ کام کے لئے نہ کہا جائے اگر ایسا کرنا ناگزیر ہو تو مالک خود بھی غلام کا ہاتھ بٹائے' دنیا کے کسی خطے میں غلام تو درکنار کسی آزاد انسان جو بحیثیت مزدور' مزارع یا نوکر کے خدمات سرانجام دے رہا ہو کے ساتھ بھی مالکان یہ سلوک روا رکھنے کے لئے تیار نہیں بلکہ انہیں اپنے ساتھ بٹھانا تک پسند نہیں کیا جاتا ساتھ بٹھا کر اپنے جیسا کھلانا پلانا تو بہت دور کی بات ہے' مستشرقین اپنے معاشروں اور اپنی تہذیبوں کا بھی جائزہ لیں کہ وہاں ملازمین کے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے' ملازمین کے لئے بنائے گئے ان گنت قوانین کے باوجود وہ ان کی اجرتوں اور اوقات کار کے معاملے میں اسلام کی گردپا کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔

اسلام میں لونڈیوں کا تصور

مستشرقین کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ اسلام میں لونڈیوں کے ساتھ غیر اخلاقی اور غیر انسانی برتاؤ کیا جاتا اور فتح کے بعد انہیں آپس میں مال غنیمت کی طرح تقسیم کر لیا جاتا' اگر یہ مستشرقین حقائق کو جاننے کی کوشش کرتے اور اس مسئلہ کو اپنے عہد کے سماجی اور ثقافتی تناظر میں دیکھتے تو یہ بھونڈا الزام کبھی نہ لگاتے لیکن جب آنکھوں پر تعصب کی پٹی باندھ لی جائے تو پس منظر تو کیا پیش منظر بھی نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے' صحیح صورتحال یہ ہے کہ جنگوں میں مرد قیدیوں کے ساتھ عورتیں بھی قید ہو کر آیا کرتی تھیں اس وقت جنگی قیدیوں کے تبادلے کا کوئی رواج نہ تھا' قیدی عورتوں کے معاملات کو نمٹانا ریاست کی ذمہ داری تھی اور اسلامی ریاست میں احسن طریقے سے اس ذمہ داری کو نبھایا بھی گیا۔ اگر ان خواتین کو آزادانہ طور پر اسلامی معاشرے کا حصہ بننے کے لئے چھوڑ دیا جاتا تو ہزار ہا اخلاقی برائیاں جنم لیتیں' یہ

قدم حرام کاری کی کھلی ترغیب کا باعث بنتا اور جگہ جگہ عصمت فروشی کے اڈے قائم ہو جاتے، اگرچہ مسلمانوں کی اخلاقی حالت دیگر عربوں کے مقابلے میں مثالی حیثیت رکھتی تھی تاہم ابھی یہ لوگ زیر تربیت تھے اس لئے حکومتی سطح پر کوئی RISK مول لینا حکمت و دانش کے منافی ہوتا ان عورتوں کو انفرادی تحویل میں دیا جاتا تھا تاکہ ان کی کفالت بھی بہتر انداز میں ہو سکے اور ریاست پر مالی لحاظ سے کوئی بوجھ بھی نہ پڑے کیونکہ ریاست اضافی اخراجات برداشت کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی انفرادی تحویل میں دے کر بھی اس بات کا پورا پورا خیال رکھا گیا کہ کہیں یہ محض حرامکاری کا عمل نہ بن جائے۔ ریاست بنیادی طور پر ولی کا کردار ادا کرتی، حکومت کی نگرانی میں قیدی خواتین کو انفرادی تحویل میں دیا جاتا اور یہ بھی نکاح کی طرح ایک معاہدہ ہوتا، عورت کے حقوق متعین کئے جاتے اور اس معاہدہ میں باقاعدہ ان کی رضامندی بھی شامل ہوتی اس طرح ان کی عزت نفس بھی مجروح نہ ہوتی، ان کی عصمت پر بھی کوئی آنچ نہ آتی اور معاشرہ بھی بے حیائی کے سیل بے پناہ کی تند و تیز موجوں سے محفوظ رہتا، اسلام کے اجلے دامن پر انگلی اٹھانے والے مغربی مفکرین کو اپنے معاشروں میں پھیلے ہوئے لاکھوں ناجائز بچے نظر نہیں آتے جو حرامکاری کی پیداوار ہیں، یہ بچے تمام عمر ذہنی آسودگی کے لئے ترستے رہتے ہیں، اپنی تمام تر روشن خیالی کے باوجود مغربی معاشرہ ان بچوں کو قبول نہیں کرسکا، یہ بچے جوان ہو کر معاشرے سے انتقام لینے پر اتر آتے ہیں اس وقت مادر پدر آزادی یا ہم جنسی (Homoscxuality) کے مطالبات انہیں ناآسودہ ذہنوں میں اٹھنے والے ان گنت طوفانوں کا رد عمل ہیں، ان نام نہاد دانشوروں کو اجتماعی آبروریزی کے وہ واقعات بھی نظر نہیں آتے جن کے تصور ہی سے انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ۹ سال سے ۹۰ سال کی خواتین کی بے حرمتی انسانیت کے ماتھے پر کلنک کا ایک ایسا ٹیکہ ہے جس کا امن عالم کے ٹھیکیدار ہزار جتن کے باوجود کوئی جواز پیش نہیں کر سکے۔

خلاصۂ بحث

غلامی کا لفظ اصطلاحاً تو باقی رہا لیکن عملاً اس کا مفہوم بدل دیا گیا وہ بھی اس لئے کہ ماضی سے غلامی کا ادارہ چلا آ رہا تھا جس کی انسانی معاشروں میں جڑیں بہت دور دور تک پھیلی ہوئی تھیں۔ اسلام نے شرف انسانی کو بحال کیا' اپنے پیروکاروں کو ہی نہیں پوری انسانیت کو احترام آدمیت کا درس دیا۔ اسلام نے غلاموں کے جو حقوق متعین کئے ان کا اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ خوشگوار انکشاف ہوتا ہے کہ اسلام نے غلاموں کے سماجی مرتبے کو بلند کرنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی' اسلام نے غلاموں کی منڈیوں کو ختم کیا' ان کے ساتھ روا رکھے جانے والے ظالمانہ سلوک کو حکماً روک دیا' خواتین جنگی قیدیوں کو بھی ریاست کی زیر نگرانی انفرادی تحویل میں دیا جاتا کہ ریاست اضافی اخراجات کی متحمل نہیں ہو سکتی تھی' تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ اکثر اوقات جنگی اخراجات بھی مسلمان خود ہی اپنی ذاتی حیثیت میں برداشت کرتے تھے' اسلام نے یہاں تک کیا کہ غلاموں کے حقوق کی خلاف ورزی پر باقاعدہ مالک سے بازپرس کی جاتی' یہی اقدامات غلامی کے مکمل خاتمے کا باعث بنے لیکن مغربی دنیا نے غلامی کے نت نئے انداز "ایجاد" کر لئے ہیں وہ انفرادی غلامی کی بجائے قوم کی اجتماعی غلامی کو اپنا مطمح نظر ٹھہرائے ہوئے ہے اور اس حوالے سے سیاسی اور اقتصادی میدانوں میں تیزی سے پیش رفت کی جاری ہے یہ پیش رفت امن عالم کے لئے ایک سنگین خطرہ ہے۔ اقوام متحدہ کو اس خطرے کا احساس تک نہیں اور وہ سامراجی طاقتوں کی زر خرید لونڈی کا کردار ادا کر رہی ہے تاکہ تیسری دنیا کے گرد جس میں اسلامی ممالک کی اکثریت ہے سیاسی اور اقتصادی غلامی کے ساتھ عسکری غلامی کے حصار کو بھی اتنا تنگ کر دیا جائے کہ ان ممالک کے باشندوں کے لئے سانس لینا بھی مشکل ہو جائے اور یوں مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر کے صلیبی جنگوں میں شرمناک شکستوں کا بدلہ لیا جائے' مسلمانوں کو ہر لحاظ سے ہر حوالے سے اتنا دبایا جائے کہ ان کی نسلیں سر اٹھا کر چلنے کا تصور بھی نہ کر سکیں اور ہر میدان میں ذہنی اور علمی پس ماندگی کو ان کا مقدر بنا دیا جائے۔